استحکام پاکستان کے تقاضے اور سیرت طیبہ ﷺ کے رہنما اصول

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کراچی

لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة (۱)

اے مسلمانو تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت (عمل کے لئے)

بہترین نمونہ ہے۔

اکبرالہ آبادی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کچھ اس طرح ہم کلام ہوئے

مدیح سرور کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں — خیال کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں
شب اوہام ہے شمع یقیں محفل میں لاتا ہوں — چراغ طور ایمن کوہ معنی پر جلاتا ہوں
الٰہی شوخی برق تجلی دہ زبانم را — قبول خاطر موسیٰ نگاہاں کن بیانم را
محمدؐ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں — معزز ہیں، مقدس ہیں، معظم ہیں، مکرم ہیں
فروغ محفل ہیں نور عرش اعظم ہیں — حبیب حق ہیں ممدوح ملک ہیں فخر آدم ہیں
انہیں کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے — انہیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

ان گل افشانیوں کے بعد اب میں موضوع کا مختصر تعارف پیش کرتا ہوں تاکہ موضوع کی حدود اربع کا تعین ہو سکے۔

پاکستان: ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا آج اسے پچاس سال ہو چکے ہیں۔ اس کا مکمل نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ حامد الانصاری غازی لکھتے ہیں کہ حکومت کی اولین قسم دو مستقل نظریوں پر مبنی ہے۔ نظریۂ دینی اور نظریۂ دنیاوی۔ نظریۂ دینی وہ مثالی حکومت ہے جو اجرائے قوانین میں مذہب کی حاکمیت کو ایمان و یقین کا معیار قرار دیتی ہو نظریہ نبوت و آخرت پر ایمان رکھتی ہو۔ نظریۂ دنیاوی وہ حکومت ہے جو اس کے برعکس ہو، (۲) اور اگر آپ موجودہ دور کا جائزہ

لیں تو دنیا میں صرف دو مملکتیں ہیں جو کسی مذہبی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آئیں ہیں۔ایک پاکستان دوسرے اسرائیل۔

اور ایک نظریاتی مملکت کی بقاء صرف اس نظریہ کو زندہ رکھنے ہی سے ممکن ہے جس کی طرف مندجہ بالا آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

استحکام: باب استفعال سے ہے جس کی معنوی خصوصیت میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ سیرت نبوی ؐ کی پیروی کی جائے۔

سیرت: سیر کی جمع ہے۔لغت میں چلنے پھرنے، روش، طریقہ کے معنی میں آتا ہے۔(۳) اصطلاح میں سوانحی معنوں میں مستعمل رہا ہے۔جیسے سیرت معاویہؓ، سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ۔(۴) لیکن اب سیرت کا لفظ عمومی طور سے نبی کریم ﷺ کی سوانح وحیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہوگیا ہے۔(۵) سیرت وسیع مفہوم والا لفظ ہے جو نبی کریم ﷺ کی مکمل حیات مبارکہ کا احاطہ کرتی ہے۔

پیروی: پیروی کے قابل صرف وہ نظریہ ہوتا ہے جو زندگی کے تمام نشیب وفراز میں اس کے جملہ پہلوؤں کی طرف رہنمائی کرتا ہو اور ایسا نظام وہی ہوسکتا ہے جسے فانی اور ناقص عقل نے ترتیب نہ دیا ہو۔ایسا نظام صرف اور صرف سیرت نبوی سے اخذ ہوتا ہے اور اس کا ثبوت دنیا میں نافذ ہونے والے تقریباً تین سو نظاموں کا نافذ ہونا اور پھر ترک کر دیا جانا ہے اور ترک کرنے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ جبر کے تحت نافذ تھے۔فطرت سے متصادم تھے جنہیں اگرچہ وقت کی بہترین عقلوں نے ترتیب دیا تھا۔لیکن وہ عقول بہر حال ناقص تھیں۔لہٰذا ان کا ترتیب دیا ہوا نظام بھی ناقص تھا۔اس کا نقص وقت گذرنے کے ساتھ نمایاں ہوا۔بالآخر وہ مسترد کر دیا گیا اور آج صرف کاغذ کے صفحات پر محفوظ ہے۔اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام (۶)

ہر شخص اور ہر نظام کو فنا ہونا ہے، صرف اللہ کی ذات اور اس کا نظام باقی رہ
جائے گا وہ اور اس کا نظام ہی سب سے بزرگ و برتر ہے

خلاصہ کلام: اگر اس نظریاتی مملکت کو مستحکم کرنا ہے تو اس کی بقاء نبی کریم ﷺ کے دیئے ہوئے نظام کے نفاذ اور پیروی ہی میں ممکن ہے اور یہ نظام قرآن وسیرت نبوی ہی سے ماخوذ ہے۔

سیرت کی اثر اندازی کا صرف اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صرف دس برس میں دس لاکھ مربع کلومیٹر کا علاقہ زیر نگیں ہوا۔ داخلی وخارجی فسادات سے نبردآزما ہوتے ہوئے اس پر قابو پایا اور ایسا صرف آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کے ذریعہ ممکن ہوا۔ علامہ اقبال نے اسی نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مقالہ کی ترتیب: پہلے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے انقلابی پہلوؤں کو بیان کرتا ہوں کہ بگڑے ہوئے معاشرہ ونظام کو کیسے صحیح ومستحکم کیا۔ پھر اس کی روشنی میں اپنے ملک کا جائزہ پیش کروں گا کہ پاکستان کو کیسے نبوی معاشرہ سے استشہاد کرتے ہوئے مستحکم بنایا جاسکتا ہے۔

آپؐ سے پہلے عربوں کی حالت: زمانہ جاہلیت یعنی عرب قبل اسلام کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اس دور کے دو حصے ہیں۔

جاہلیت اول جو عرب بائدہ اور عرب عاربہ ومستعربہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسلام سے چند صدیاں قبل اس کا اختتام ہوا۔

دوسرا حصہ جاہلیت ثانیہ کہلاتا ہے۔ جو فتح مکہ پر ختم ہوا (۷) اصطلاح میں جاہلیت سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں کوئی صاحب وحی نبی یا الہامی کتاب نہ آئی ہو۔ (۸) اور ڈاکٹر فاطمہ کی تحقیق کے مطابق اسلام سے پہلے کے ایک سو سال کا زمانہ ''زمانہ جاہلیت'' ہے۔ (۹) اس دور میں سیاسی بحران، مذہبی ابتری اور سماجی بدانتظامی کا زبردست غلبہ تھا۔

مذہبی حالت: پورا عرب بت پرستی کی لپیٹ میں تھا۔ صرف کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے۔(۱۰) پتھروں کے ساتھ فرشتوں، جنوں، پریوں اور چاند سورج کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔ قرآن نے مشرکین مکہ کی اس حالت پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فرشتوں کو اللہ کے بیٹیاں کہتے ہیں۔ حالانکہ بیٹیاں خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔

سیاسی وقبائلی حالت: عرب بہت سے قبیلوں میں منقسم تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا سردار ہوتا تھا۔ قبائلی غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا(۱۱) بلکہ ان کا اصول تھا کہ:

انصر اخاک ظالما او مظلوما

اپنے قبائلی بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم،

اس بنیاد پر ان میں سالہا سال جنگیں جاری رہتیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا حالی نے فرمایا ہے۔

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

ڈاکے قتل، لوٹ مار عام تھی (۱۲)

اقتصادی حالت: پوری اقتصادیات تجارت کے اردگرد گھومتی تھی۔ کوئی خاص صنعت رائج نہ تھی اور نہ ہی زرعی ملک تھا۔ سارا مال ومتاع ہمیشہ لڑائیوں اور لوٹ ماری کی زد میں رہتا۔ صرف حرام مہینوں میں بازار عکاظ، ذی المجاز اور مجنہ وغیرہ لگتے تھے۔(۱۳) کاروبار میں سود عام تھا اور سود در سود کے نتیجہ میں لوگ نسل در نسل مقروض رہتے تھے۔ پھر بھی بقول مرزا غالب:

پیتے تھے مے قرض لے لے کر

خواتین کی معاشرتی حالت: قبیلہ تیم اور اسد وغیرہ بعض قبائل اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ وہ کسی کے خسر اور سالے بننے میں اپنی توہین محسوس کرتے تھے۔(۱۴) قرآن نے ان کے اس جرم کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا ہے۔

واذا المؤدة سئلت بای ذنب قتلت (۱۵)

قیامت کے دن زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی؟

بچیوں کی ولادت حد درجہ ذلت کا سبب سمجھی جاتی تھی۔قرآن نے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا ہے

واذا بشر احدهم بالانثی ظل وجهه مسوداً وهو کظیم یتواری من القوم من سوء مابشر به ایمسکه علی هون ایم یدسه فی التراب (۱۶)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا رہتا ہے اور اس خبر کی عار کی وجہ سے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا ہے اور سوچتا ہے ذلت کے ساتھ بچی کو زندہ رکھے یا زمین میں زندہ درگور کر کے اپنی عزت بحال کرلے،

اچھی نسل کے حصول کے لئے عورت کو زنا پر مجبور کیا جاتا۔(۱۷) مغلوب قبیلہ کی عورتوں کو اپنے حرم میں داخل کرلیا جاتا۔(۱۸) اولاد اپنی سوتیلی ماں پر قبضہ کر کے اس سے نکاح کرلیتی (۱۹) نکاح کی کوئی تعداد نہ تھی جو جتنی چاہے بیویاں رکھ سکتا تھا۔(۲۰) اپنی بیویوں کو سرداروں کے پاس قرضہ کے بدلہ گروی رکھتے تھے۔(۲۱) عورتوں کو وراثت ملنا تو کجا وہ خود وراثت میں تقسیم ہوتی تھیں۔(۲۲)

جس قوم کی مذہبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی حالت اتنی قعر مذلت تک پہنچ چکی تھی اسے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ نے کس طرح تبدیل کیا؟ اور اس قوم کو آئیڈیل قوم کس طرح بنایا؟ یہ جاننے کے لئے ہمیں آپ کی سیرت کا مختصر مطالعہ کرنا ہے تاکہ اس کی روشنی میں جس طرح

عرب کا معاشرہ تباہی سے استحکام کی طرف گامزن ہوا اسی طرح ہمارا پاکستانی معاشرہ بھی تباہی کی منجدھار سے نکل کر شاہراہ مستقیم پر گامزن ہو کر مستحکم ہو سکے۔

نبوی معاشرہ

نبویؐ معاشرہ میں اسلام کی دعوت: قانون بین الممالک جو حقیقت میں بین الممالک بھی ہو اور قانون بھی ہو مسلمانوں سے شروع ہوتا ہے اور یہ بھی رسول اکرم کی سیرت پر مبنی ہے۔ اسلام کا آغاز ہوا تو ابتدا میں بہت سی عملی دشواریاں تھیں اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی علیحدہ مملکت نہیں تھی، وہ شہر مکہ ہی میں رہتے تھے اور یہ مملکت کے اندر ایک مملکت (State Within a State) کی حیثیت رکھتی تھی۔ مسلمان شہر کے حاکم کی جگہ نبی کریم ﷺ کے احکام کی اطاعت کرتے تھے۔ لیکن جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں چند ہی ہفتوں کے اندر مسلمانوں نے ایک حکومت قائم کر لی جس کا باقاعدہ ایک دستور بھی بنایا گیا اور اس دستوری حکومت کا سربراہ نبی کریم ﷺ کو منتخب کیا گیا۔ (۲۳) اس نظریاتی مملکت کے قیام میں مصائب کے پہاڑ کھڑے کئے گئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی معنوی طاقت اور قوت فیصلہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے ناکامی کے تمام تصورات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مشکل مواقع بھی پیش آئے مگر آپ نے صاف کہہ دیا۔

> ”اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تو
> بھی میں اپنے فیصلہ کو واپس نہ لوں گا“ (۲۴)

آپؐ نے ہجرت کرنا قبول کیا لیکن اصل مقصد سے ایک انچ ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ اسی ہجرت کے ذریعہ قیام حکومت اور توسیع حکومت کے ذرائع میسر آئے۔

قیام حکومت کے بعد استحکام حکومت: اسلامی طرز حکومت تکوین حکومت کی ایک مستقل اور متعین تاریخی مثال ہے جس کی مثال نہیں لائی جا سکتی۔ اسلامی طرز حکومت ایک اتم اور اکمل مملکت کا نمونہ ہے جس کو صاف طور سے اس کے ابتدائی دور میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی پہلی خصوصیت

حکومت الٰہی کا قیام ہے۔اس کے حلقہ کار میں ساری حکومت اور ساری ماتحتی کا مدار کائنات کے ایک خدا کی بالادستی پر ہے۔(۲۵) دوسری خصوصیت خلافت کا قیام ہے یعنی حکومت خدا کی امانت ہے انسان خدا کا نمائندہ اور ذمہ دار ہے۔(۲۶) تیسری خصوصیت قانونی مساوات ہے یعنی قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔

استحکام حکومت کے اصول: نبی کریم ﷺ نے درج ذیل اصولوں کے ذریعہ حکومت کو مستحکم کیا۔

(۱) حکومت کو نمائشی امور سرمایہ دارانہ آلائشوں اور خاندانی حق سے پاک کر کے عوام کی چیز بنایا اور عوامی رائے کو اس کے سیاسی مزاج میں داخل کیا۔

(۲) حکومت کے عہدے داروں کے سے معمولی تنخواہیں رکھیں۔رشوت کا تصور ختم کیا۔

(۳) انصاف کو آسان بلا معاوضہ اور بلا تخصیص مذہب رکھا۔

(۴) اجتماعی کوششوں سے حاصل ہونے والی دولت کو عوام کی دولت قرار دیا اور اصول مقرر کیا کہ ہر علاقہ کے امیروں سے مال (زکوٰۃ عشر وغیرہ) لے کر اسی علاقہ کے غریبوں میں تقسیم کیا جائے۔

(۵) حکام کے تقرر میں تقویٰ، اہلیت اور مفاد عامہ کو پیش نظر رکھا۔

(۶) شوریٰ کو سلطنت کے کاموں کی روح قرار دیا۔

(۷) بین الاقوامی معاملات اور ملکی معاملات کی درستگی کے لئے معاہدات کئے۔(۲۷)

نبوی معاشرہ میں اسلام کی دعوت: ایک نظریاتی مملکت وہی ہوتی ہے جو کسی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہو اور اس کو فروغ دے۔استحکام مدینہ کی ابتدائی کاروائی کے بعد امور خارجہ پر توجہ دی۔دیگر ممالک کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی۔مدینہ میں موجود غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی۔اس کے لئے آپ کو چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ایک طرف یہود تھے جو مذہبی چودھراہٹ چھن جانے سے مسلسل مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے۔دوسرے منافق تھے جو سرداری

چھننے کے غم سے اور مفادات کے حصول میں کبھی مسلمانوں کے ساتھ ملتے اور کبھی دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں کرتے۔ تیسری طرف مدینہ کے قبائل کی باہمی لڑائیاں تھیں جو ۱۲۰ رسال سے چلی آرہی تھیں۔ چوتھی طرف مسلمانوں کے معاشی و معاشرتی مسائل تھے۔ پانچویں طرف بیرونی خطرات تھے۔ آپ ﷺ نے تمام صورت حال کا مقابلہ کیا اور اشاعت اسلام کے ذریعہ ہر علاقہ میں کارکن بنتے رہے۔ جہاں دشمنیاں بڑھیں، وہیں جانثار کارکن بھی ملتے رہے۔ بالآخر دشمن بھی زیر ہوتے گئے اور نظریاتی یلغار کے ذریعہ اسٹیٹ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

نبوی معاشرہ میں اخوت کا نظام: داخلی استحکام کے لئے معاش و معاشرت میں توازن بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے آپ ﷺ نے اخوت کا نظام نافذ کیا۔ جسے مواخات (بھائی چارگی) کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا اس کی بنیاد یہ تھی کہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے، ایک دوسرے کی معاونت کریں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے (غزوہ بدر کے بعد وراثت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ ۲۸) اس مواخات کا مقصد یہ تھا کہ باہمی، معاشی و معاشرتی اعتبار سے مہاجروں کو سہارا مل جائے اور جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ جو رنگ نسل، قوم اور وطن کے حوالہ سے موجود تھیں۔ (۳۰) نوے مہاجر و انصار کے درمیان یہ مواخات قائم ہوئی اور انصار نے کس خلوص سے اس پر عمل کیا اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگائیے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (مہاجر) اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان مواخات کرائی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا آپ خود میرا مال دو حصوں میں تقسیم کر کے لے لیں اور میری دو بیویوں میں سے جو آپ کو پسند ہو میں اسے طلاق دیئے دیتا ہوں، آپ اس سے شادی کرلیں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا اللہ آپ کے مال اور اہل میں برکات عطا فرمائے۔ آپ مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے تا کہ میں محنت کے

ذریعہ کما سکوں۔آپ نے یہ پیشکش اگرچہ قبول نہیں کی لیکن اس سے باہمی اخوت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح باہم رچ بس گئی تھی (۳۱) اور مواخات صحابہ کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے راسخ ہوگئیں تھیں۔آپؐ نے اپنی تعلیمات میں تمام مسلمانوں کو بھائی اور ایک دوسرے کا مددگار بننے کے جذبہ کو راسخ کیا۔(۳۲) اور جاہلی افکار کی مذمت کی (۳۳) اس لئے کہ مواخات کے خلاف نسلیو جاہلی عصبیت سے مدد لی جاتی تھی۔

نبویؐ معاہدات اور مذہبی رواداری: داخلی اور خارجی استحکام ہی کے ذریعہ پائیدار حکومت قائم ہوتی ہےاور عوام مطمئن زندگی گذارتے ہیں۔ملک دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے۔اسی افادیت کے پیش نظر آپ نے مدینہ کے باہر رہنے والوں سے معاہدات کیئے۔یہ معاہدات آپ کی مذہبی رواداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہود سے معاہدہ: یہود اگرچہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن اس عداوت کا کھل کر اظہار نہیں کیا تھا۔لہٰذا آپ نے یہود کو مکمل آزادی کی ضمانت ایک معاہدہ کے ذریعہ دی۔جس کی اہم شقیں یہ تھیں۔اس معاہدہ کو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۱) یہود کو مکمل مذہبی آزادی ہوگی۔

(۲) جو طاقت فریقین میں کسی بھی ایک سے جنگ کرے گی تو دونوں اس سے مل کر لڑیں گے۔

(۳) دونوں فریق ایک دوسرے سے خیر خواہی کریں گے۔

(۴) مظلوم مسلم ہو یا غیر مسلم اس کی مدد کی جائے گی۔

(۵) جنگ کے اخراجات سب مل کر برداشت کریں گے۔

(۶) معاہدے کے شرکاء میں باہمی فساد اور کشت خون وخرابہ حرام ہوگا۔

(۷) قریش اوران کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

(۸) اگر فریقین میں کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول محمد

رسول اللہ ﷺ کریں گے۔(۳۴)

اس معاہدہ کی ایک ایک شق سے مذہبی رواداری ٹپکتی رہی ہے۔

مشرکین مکہ سے معاہدہ: اسی طرح آپ نے مشرکین مکہ سے بھی ایک معاہدہ کیا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کا پس منظر یہ ہے کہ آپ ۶ھ میں اپنے ہمراہ ۱۵۰۰ / پندرہ سو صحابہ کو لے کر عازم عمرہ ہوئے۔ مگر مکہ میں داخلہ سے قبل اطلاع ملی کہ مشرکین جنگ پر آمادہ ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں پیش کش کی کہ ہم لڑنے نہیں آئے، صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ جنگ جدل بہت ہو چکی اب معاہدہ کرلو۔ مشرکین کی طرف سے سہیل ابن عمر نے معاہدہ کیا۔ معاہدہ کرتے ہوئے اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور محمد کے ساتھ رسول اللہ (ﷺ) لکھنے پر اعتراض کیا۔ آپ نے دونوں چیزیں نکلوادیں۔ اس معاہدہ کی اہم شقیں یہ تھیں۔

(۱) دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔

(۲) قریش کا جو شخص بغیر اجازت محمدؐ کے پاس چلا جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا اور جو محمدؐ کا آدمی مکہ جائے گا اسے قریش واپس نہیں کریں گے۔

(۳) جو قبیلہ محمدؐ کے عہد میں داخل ہونا پسند کرے گا اس کو آزادی ہوگی اور جو قریش کے عہد میں آنے کا آرزومند ہوگا وہ بھی آزاد ہوگا

(۴) مسلمان اس سال عمرہ نہیں کر سکتے واپس جائیں گے، آئندہ سال عمرہ کر سکیں گے۔ آپ ﷺ اور صحابہؓ اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے اور جو اسلحہ ہوگا وہ میان میں چھپا کر رکھیں گے۔(۳۵)

اس معاہدہ کا ایک ایک لفظ مشرکین مکہ کی حمایت میں ہے۔ صحابہ کی بڑی تعداد برسرِ پیکار ہونے کے لئے بے چین ہے۔ لیکن آپ عزیمت کے پہاڑ بن گئے اور امن عالم کی خاطر تمام شرائط کو قبول کرلیا حتیٰ کہ مکہ سے آنے والے مظلوم ابو جندلؓ کو ان کے حوالہ کر دیا لیکن معاہدہ پر آنچ نہیں آنے دیا۔(۳۶)

یہی وہ معاہدہ ہے جو جس نے خارجی دنیا میں مسلمانوں کو اعلیٰ مقام دیا اور ان کے دلوں سے مسلمانوں کی نفرت مٹا دی۔ اسی وجہ سے قرآن نے معادہ کو فتح مبین قرار دیا ہے اور مسلمانوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا بقول علامہ اقبال:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

میں نے یہ معاہدے بطور نمونہ پیش کئے ورنہ غیر مسلموں سے کئے گئے دیگر تمام معاہدات مثلاً ۹ ھ کا تبوک کا معاہدہ صلح اور ثقیف سے معاہدہ (۳۷) مذہبی رواداری کا مظہر ہے۔ معاہدات کے علاوہ عام معاشرتی معاملات میں بھی آپ ﷺ نے مذہبی رواداری کی تعلیم دی ہے۔ قرآن میں واضح حکم ہے:

وصاحبهما فی الدنیا معروفا(۳۷)

اپنے مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی عرف کے مطابق اچھا برتاؤ کرو

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنی مشرکہ ماں کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلح رحمی کرو (۳۹) انہیں گھر آنے دو اور ان کا تحفہ بھی قبول کرو۔ (۴۰)

اسی طرح ایک یہودی کے گھر اس کے مرض الموت میں غیر مسلموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا ہے۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان جو کہ مشرک تھے آپ نے چابی انہی کے حوالہ کر دی اور کہا تم سے جو چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (۴۴) یہ حسن سلوک دیکھ کر وہ مسلمان ہو گئے

جہاد کی حلت اور حکم: لیکن مسلمانوں کی اتنی رواداریوں کے باوجود کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مسلسل ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے اور دشمنوں سے مل کر کھلی اور چھپی سازشیں کرتے رہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

لہٰذا ایسے لوگوں کو سیدھا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا و ان اللّٰه علی نصرهم لقدیر (۴۵)

جو لوگ ظلماً مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو بھی ان سے
جنگ کی اجازت ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ اور دیگر دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ کبھی سعد بن ابی وقاصؓ پہرہ دیتے (۴۶) کبھی دیگر صحابہ۔ اس کے ساتھ آپ نے بذریعہ جہاد بنو قینقاع کے یہودیوں کی خبر لی اور انہیں مدینہ بدر کیا۔ (۴۷) جہاد کے معنی ہی یہ ہیں کہ دشمن کے مراکز پر مسلح حملہ کیا جائے اور اسلام کو سر بلند کیا جائے (۴۸) اور یہ جنگ فی سبیل اللہ انسانیت کی بہتری کے لئے کی جاتی ہے۔ (۴۹) ۲ ھ کے جہاد میں ۳۱۳ مجاہدین بدر میں لڑے اور ۳ ھ میں ۷۰۰ احد میں لڑے، ۸ ھ میں ۳۰۰ موتہ میں لڑے اور ۱۰۰۰۰ نے مکہ فتح کیا۔ ۱۲۰۰۰ نے غزوہ حنین کی جنگ میں حصہ لیا۔ ۹ ھ میں تیس ہزار غزوہ تبوک میں لڑے۔ (۵۰)

اسی طرح دیگر غزوات میں یہ تناسب بڑھتا رہا۔ لیکن دس سالہ جنگ میں دو سو چالیس افراد بھی ہلاک نہیں ہوئے۔ جس میں صحابہ کی تعداد بہت کم تھی اور اس جہاد کی بدولت تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلومیٹر کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اگر مرنے والوں کی اوسط نکالی جائے تو مہینہ میں دو بھی نہیں۔ (۵۱) اس سے معلوم ہوتا ہے نبوی جہاد کا مقصد خون ریزی تباہی و بربادی نہیں بلکہ شر کا خاتمہ اور خیر کا فروغ تھا۔

نبوی معاشرہ میں مشاورت: کوئی بھی حکومت مستحکم و دائم اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس کے باشندوں کو اس میں شریک کیا جائے اور وہ اس شرکت کو محسوس کریں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے ''مشورہ'' کو رائج کیا۔ مشورہ لینے کے لئے ادارہ وجود میں آتا ہے جسے ''مجلس شوریٰ'' کہا جاتا ہے۔ اس میں ارباب حل وعقد سے ان کی آراء پوچھی جاتی ہے اور اس کی روشنی میں کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ (۵۲) اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

مجلس شوریٰ کی تعریف: قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کے

افراد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ (۵۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر چہ اللہ اور اس کا رسول مشورہ سے بے نیاز ہے۔ مگر شوریٰ کا حکم امت کے لئے رحمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

احداً اکثر مشورة لاصحابه من النبی ؐ (۵۴)

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے میں
اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ ﷺ تھے

یہی بات حضرت عائشہؓ نے فرمائی۔ ہم جب کتب سیر و تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ پہلو خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مشورہ کے نظائر: آپ نے ہر اہم مسئلہ پر صحابہ سے مشورہ کیا۔

(۱) ۱ھ میں نماز کے اجتماع کے لئے اذان کا مشورہ صحابہ سے ہوا۔ (۵۵)

(۲) ۲ھ میں غزوہ بدر کے سلسلہ میں صحابہ سے مشورہ لیا۔ (۵۶)

(۳) ۲ھ میں غزوہ بدر میں قید ہونے والے مشرکین مکہ کے بارہ میں مشورہ کیا۔ (۵۷)

(۴) ۵ھ میں غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ سے مشورہ کیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکل کر۔ (۵۸)

(۵) ۶ھ میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی تو صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ (۵۹)

(۶) ۸ھ میں ہوازن کے چھ ہزار جنگی قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ (۶۰)

(۷) ۱۰ھ میں معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرنے کے لئے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ (۶۱)

خلفاء اربعہ نے بھی نبی کریم ﷺ کی اس سنت کو جاری رکھا۔ مشورہ کے بعد اس پر عمل

کرنے کے لئے رائے عامہ تیار ہو جاتی ہے۔ ہر طبقہ اپنی شرکت کو محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ملک کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور ملک آمریت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مستشرق آرمینس وان میری نے بجا طور پر اعتراف کیا ہے جسے ڈیما کریسی (حقیقی جمہوریت) کی بنا پر امتیاز اور فوقیت حاصل ہے انسان کی عمرانی تاریخ سے آج تک اگر صحیح معنی میں کوئی شوروی حکومت قائم ہوئی ہے تو بقسم کہنا درست ہوگا کہ وہ خلفاء راشدین ہی کی خلافت راشدہ تھی۔(۶۲)

عہد نبویؐ میں فروغ اسلام کے مساعی: کوئی بھی مملکت مستحکم و محفوظ اسی وقت رہ سکتی ہے جبکہ اردگرد کے علاقے اس کے مذہبی ہمنوا اور دوست ہوں۔ ۶ ھ میں جیسے ہی داخلی و خارجی حملوں سے صلح حدیبیہ کے ذریعہ تحفظ حاصل ہوا آپ نے اسلام کی دعوت دیگر حکمرانوں تک پہنچانی شروع کی۔ انٹرنیشنل اصول تھا کہ بادشاہ اسی وقت خط قبول کرتے تھے جب کہ ان پر مہر لگی ہو۔ لہٰذا آپؐ نے مہر بنوالی جس کے الفاظ اس طرح تھے۔ ''محمد رسول اللہ'' (۶۳) (لفظ محمد نیچے، رسول اس سے اوپر اور اللہ سب سے اوپر تھا)

(۱) آپؐ نے ایک خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام لکھا اس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے قبول کیا اور مسلمان ہو گیا۔ (۶۴)

(۲) دوسرا خط مصر و اسکندریہ کے حکمراں مقوقس کے نام لکھا اس میں بھی اسلام کی دعوت کے ساتھ دوہرے اجر کی خوشخبری دی۔ (۶۵)

(۳) ایک خط بادشاہ فارس کسریٰ کے نام لکھا۔ (۶۶)

(۴) ایک خط قیصر شاہ روم ہرقل کے نام لکھا۔ (۶۷)

(۵) ایک خط حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام لکھا۔ (۶۸)

(۶) ایک خط یمامہ کے حاکم ہوذہ کے نام لکھا۔ (۶۹)

صرف یہی نہیں بلکہ بیشمار حکمرانوں جس میں عمان وغیرہ کے حکمراں اور سرداران قبائل

ہیں، ان تک اس مذہب کی تعلیمات پہنچا کر اسلام کی دعوت دی۔ اس نظریاتی یلغار کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام دنیا میں برق رفتاری سے متعارف ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف آنا شروع ہوئے۔ اسی کیفیت کی منظرکشی کرتے ہوئے قرآن اس طرح گویا ہوا۔

اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا (۷۰)

جب اللہ کی مدد آ گئی اور مسلمانوں کو کافروں پر فتح حاصل ہوئی اور آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ جوق در جوق لشکروں کی صورت میں اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔

یہ اسلام کی تبلیغی کوششوں کا حصہ تھا جس کی طرف آپ نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں بھی ترغیب دیتے ہوئے حکم فرمایا تھا کہ لوگو گواہ رہنا میں نے تم تک اسلام پہنچادیا ہے۔ حاضرین کو چاہئے کہ وہ غائبین تک اس پیغام کو پہنچادیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے اکثریت تبلیغ کے لئے نکل کھڑی ہوئی اور دنیا بھر میں اسلام کو پہنچا کر وہیں دفن ہوئے۔ آج دنیا کے ہر خطہ میں صحابہؓ کے مزارات اس کا واضح ثبوت ہیں۔

نبوی معاشرہ کا نظام معیشت و کفالت: ہر ملک کے استحکام اور خوشحالی میں اس ملک کا معاشی نظام اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس طرف سے بھی غافل نہ رہے، آپ ﷺ نے معاشی عدل اور عوامی کفالت کا نظام رائج کیا۔ ظلم، جبر، استحصال، مفاد پرستی، زر پرستی، واقرباء پروری، پڑوسیوں اور کمزور طبقوں سے تغافل کی تمام شکلوں کے دروازے بند کردیئے۔ معیشت کو دھوکہ فریب اور سود کے استحصال سے پاک کیا خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا۔

جاہلیت کا سود ختم کردیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کررہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔(۷۱)

اور عوام کی کفالت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، خمس، فئی، خراج، عشر، جزیہ، عشور (درآمدی مال کا ٹیکس) وغیرہ۔

جس کے ذریعہ عوام کو بنیادی ضروریات کھانا، کپڑا، مکان، علاج کی سہولت حاصل ہو سکے اس کے لئے مرکزی ادارہ بیت المال قائم کیا۔ (۷۲) اور مذکورہ مال جمع کرنے کے لئے عمال مقرر کئے عینیہ بن حصن کو بنو تمیم سے یزید بن الحصین کو بنو اسلم و غفار سے عباد کو سلیم اور مزینہ سے رافع جہینہ، عمر بن العاص کو بنو فزارہ، ضحاک کو بنو کلاب سے اور اسی طرح دیگر قبائل و علاقوں سے وصول کرنے اور پھر اس مال کو مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ (۷۳) جس کی وجہ سے مسلمانوں میں معاشی خوشحالی پیدا ہوئی اور نو مسلموں کو استحکام حاصل ہوا۔

نبوی معاشرہ کا نظام تعلیم و تربیت: اسلام کا آغاز بھی تعلیم و تعلم سے ہوا۔ پہلی وحی ''اقرأ باسم ربک'' اس کا واضح ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد ساری زندگی فروغ علم میں گذاری مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر اور اس میں اصحاب صفہ کا قیام تھا۔ جسے ہم پہلا مدرسہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں لکھنا پڑھنا سب شامل تھا۔ جب یہاں سے طلباء تعلیم حاصل کر لیتے تو انہیں دوسرے علاقوں میں تعلیم دینے کے لئے بھیجا جاتا۔ (۷۴) ایک علاقہ میں آپ نے ستر صحابہ کو جو کہ حافظ تھے تبلیغ کے لئے بھیجا۔ مگر دشمنوں نے انہیں دھوکہ سے شہید کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں فروغ علم پر خصوصی توجہ دی۔ حتیٰ کہ اسیران بدر کی رہائی کے لئے یہ شرط لگائی کہ ہر قیدی دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو آزاد ہے حالانکہ مسلمانوں کو علم سے زیادہ مال کی ضرورت تھی۔ لیکن آپؐ جانتے تھے کہ علم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور تربیت کے بغیر کوئی قوم مہذب نہیں بن سکتی۔ لہٰذا آپ نے تعلیم کے ساتھ اساتذہ اور والدین کو حکم دیا کہ وہ تربیت بھی دیں۔ اس طرف راغب کرنے کے لئے فضائل بھی بیان کئے۔ جس کے نتیجہ میں شاندار نسل تیار ہوئی۔ اس نسل کا ہر فرد چمکتے ہوئے ستارہ کی مانند تھا۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم فبابھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اور تعلیم وتربیت بچوں، بوڑھوں، جوانوں، عورتوں، مردوں سب کے لئے تھی اس میں آزاد وغلام کا فرق بھی روا نہیں رکھا گیا۔ یہ صرف مذہبی تعلیم وتربیت نہیں تھی جیسا کہ سمجھا جاتا ہے بلکہ اس میں دینی ودنیاوی علوم کی تعلیم بھی تھی۔ اخلاقی تربیت کے ساتھ فوجی تربیت بھی تھی۔ آپؐ خود کھڑے ہو کر گھوڑ دوڑ، نشانہ بازی اور جسمانی ورزش کا اہتمام کراتے اور مقابلوں کے بعد انعام بھی دیا کرتے تھے تاکہ دوسروں کو بھی رغبت ہو۔(۷۵)

نبوی معاشرہ میں عادلانہ قوانین کا نفاذ اور امن کا ظہور: آپؐ نے ایک طرف حکمرانوں کو عادلانہ نظام کے ذریعہ طریقہ حکمرانی وجہاں بانی کے گر سکھائے۔ رعایا پروری کی تعلیم دی تو دوسری طرف رعایا کو حکمرانوں کی حق حکمرانی کے اسلوب سکھائے۔ انہیں بغاوت، شر وفساد، حکم عدولی سے باز رکھا تاکہ حصول حق میں نظام حکومت تہہ وبالا نہ ہو جائے ہر شخص کو اس کا حق اس کی دہلیز پر ملا۔ احکام کے نفاذ میں آزاد غلام، کمزور، توانا، عورت، مرد، مسلم غیر مسلم، حکمراں اور رعایا میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی۔ جس کی وجہ سے اسلامی اسٹیٹ ہمیشہ امن کا گہوارہ رہا۔ امن کسی بھی ملک کے استحکام میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آپؐ نے فرمایا ''کفر کے ذریعہ تو حکومت قائم رہ سکتی ہے، ظلم کے ذریعہ کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی'' جب حکمراں جو کہ عوام کی جان، مال، آبرو کا محافظ بنایا گیا وہی اسے پامال کرنے لگے تو بھلا وہ ملک کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔ اس ملک کی عوام کس طرح اس ملک کے دفاع کے لئے لڑ سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہی وہ مصدر ہے جس سے دنیا کی عظیم قوم وجود میں آئی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

نبوی معاشرہ میں انسانی حقوق کا تحفظ: فساد اور تخریب کی بنیاد ہمیشہ حقوق ہوتے ہیں۔ کہیں خون کا بدلہ کہیں جاہ ومنصب کا جھگڑا، کہیں طاقت کا غلط استعمال، آپؐ سے پہلے معاشرہ میں

ہر طرح کا ظلم وجور نافذ تھا۔ آپ ؐ نے ہر طبقہ اور ہر شخص کے حقوق کا تعین کیا وہ آزاد ہو یا غلام عورت ہو یا مرد، اعلیٰ نسب ہو یا کم تر، طاقتور ہو یا کمزور بالخصوص خواتین جو اس معاشرہ کا سب سے کچلا ہوا طبقہ تھا، آپ ؐ نے بحثیت بیٹی، بحثیت بیوی، بحثیت ماں اور بحثیت بہن اس کا مقام بحال کیا۔ ماں کے قدموں تلے جنت، بیٹی کی تربیت، بہن کی کفالت اور بیوی سے اچھے سلوک پر جنت کی خوشخبریاں سنا کر زیادتیوں کا ازالہ کیا۔ غیر مسلموں کو مکمل حقوق دیئے جس میں مذہبی، معاشی، سفری اور سیاسی آزادی شامل تھی۔ اس کے خون کو مسلمان کے خون کی طرح محفوظ قرار دیا۔ جس سے معاشرہ میں امن وسکون کا دور دورہ ہوا اور معاشرہ کے جملہ طبقات اسلام میں ضم ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ بعد کے ادوار میں غیر مسلموں نے مسلم حکمرانوں کو خطوط لکھ کر اپنے ہم مذہبوں کے خلاف حملہ پر آمادہ کیا اور اپنے ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اسلام کے زیر سایہ رہنے میں فخر محسوس کیا۔

خلاصہ بحث: نبی کریم ﷺ سے پہلے معاشرہ میں آج کی طرح سیاسی، مذہبی اقتصادی اور علمی انحطاط تھا۔ قومیت کا عفریت مذہبی منافرت کا لاوا سب کچھ نگل چکا تھا۔ خواتین صرف جنسی تسکین کا ذریعہ تھیں۔ دولت مند دولت کی ہوس میں سود در سود وصول حاصل کیا کرتے تھے۔ خواتین کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ جاہلیت اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ آپ ؐ کی تعلیمات اور سیرت نبوی ؐ کے اثرات سے معاشرہ میں اس طرح انقلاب آیا کہ وہ معاشرہ مثالی معاشرہ بن گیا۔ ایسا مثالی کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

آیئے اس کے بعد ہم اپنے ملک کا جائزہ لیں کہ ہم اسے کس طرح مستحکم ومثالی بنا سکتے ہیں۔

قیام پاکستان کا پس منظر: ۱۸۵۷ء میں مسلم اسٹیٹ کا برصغیر سے مکمل خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد مسلمانوں پر سیاسی، مذہبی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی زوال انتہا کو پہنچ گیا۔ جہاد بالسیف کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ یہ صورت حال دراصل مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے دین سے

دوری کا نتیجہ تھیں۔اس صورت حال میں علماء حق نے عوام کو دوبارہ دین کی طرف راغب کیا۔سیاسی حالات کے پیش نظر مسلم عمائدین نے مسلم اسٹیٹ کے حصول کے لئے اپنی مساعی قانونی وسیاسی بنیادوں پر جاری رکھی اور بالآخر ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آیا۔اس ملک کی بنیاد دوقومی نظریہ پر تھی۔جس وقت اور جن حالات میں یہ ملک وجود میں آیا بہت سے لوگوں کی رائے تھی یہ ملک جلد ختم ہوجائے گا۔اس ملک کے پاس نہ دولت تھی نہ جدید دور کی سہولیات میسر تھیں۔دوسری طرف ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کے مسائل آبادکاری تھے۔تیسری طرف ہندوستان، کشمیر کے نصف حصہ اور حیدرآباد دکن پر قبضہ کر چکا تھا۔پاکستان پر حملہ کے لئے تیاریاں کرر ہا تھا۔اس پس منظر اور معروضی حالات کے ساتھ اس ملک کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔اس صورت حال میں اس کا باقی رہنا بھی معجزہ تھا اور یہ معجزہ اس لئے ظہور پذیر ہوا کہ ہم نے اللہ سے مسلم عوام سے دوقومی نظریہ، اسلام کے نفاذ، عدل کا وعدہ کیا تھا۔اس لئے اللہ نے ہماری ہر طرح سے غیبی مدد کی۔لیکن ہم نے اتنی عظیم نعمت جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی شکل میں ہمیں ملی تھی اس کی قدر نہیں کی۔

ملک اللہ کی عظیمت نعمت ہے: اس کا اندازہ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں موجود قرآنی آیات سے ہوتا ہے۔

قصہ موسیٰ سے معلوم ہوتا ہے(قوم موسیٰ پر فرعون نے مختلف عذاب جس میں اولاد کا قتل غلامی کی زندگی مسلط کرر کھی تھی) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔اس آزمائش میں اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر سے کام لو۔بلاشبہ (ملک فرعون کا نہیں بلکہ) اللہ کا ہے۔وہ جسے چاہے ملک کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام متقی کے لئے ہے۔(٧٦)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون کو تباہ کیا اور قوم موسیٰ کو حکومت ملی تو حکومت دینے کے ساتھ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرعون کی جگہ تمہیں حکومت دے گا۔پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو(کیا تم

بھی حکومت ملنے کے بعد دین الٰہی کو نافذ کرتے ہو یا فرعونیوں کی طرح نافرمانی کرتے ہو)(۷۷)اور ساتھ ہی انہیں یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ اگر تورات کے قوانین کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرلیں تو انہیں معاشی خوشحالی بھی ملے گی۔ ارشاد ربانی ہے سورہ مائدہ میں ''اگر یہود و نصاریٰ اپنی زندگیوں میں تورات اور انجیل کو نافذ کرتے جوان پر بھیجی گئی تھی (تو ان پر رزق اس قدر فراخ کردیا جاتا کہ) وہ کھاتے اوپر سے (یعنی آسمان سے خوب بارش نازل ہوتی اللہ کی رحمت اترتی ملک میں خوب غلہ اور انواع و اقسام کی چیزیں اترتیں) اور نیچے سے بھی (یعنی زمین سے معدنیات نکلتیں سونا چاندی پیٹرول وغیرہ)(۷۸) لیکن انہوں نے ملک حاصل ہونے کے بعد ناشکریاں کرنا شروع کردیں، اگر ان کے کرتوتوں پر متنبہ کرنے کے لئے ان پر کوئی آزمائش آتی تو کہتے تو موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کی وجہ سے ہے۔(۷۹) اللہ تعالیٰ نے جب انہیں سیدھے راستے پر لانے کے لئے ان پر طوفان کا عذاب، ٹڈی کا عذاب، جوئیں اور مینڈک اور خون کا عذاب مسلط کیا تو سدھر جاتے۔ (۸۰) اور موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عذاب ٹلنے کی دعا کراتے۔ جب عذاب ٹل جاتا تو پھر نافرمانی اور بغاوت پر اتر آتے۔(۸۱)

قارئین کرام اگر آج ہم اپنی پاکستانی تاریخ پر غور کریں تو اس قصہ موسیٰ کا ایک ایک لفظ ہم پر صادق آرہا ہے۔

قصہ قوم موسیٰؑ کی روشنی میں پاکستان کے حالات کا جائزہ: جس طرح قوم موسیٰ کو طویل جدوجہد کے ملک عطا ہوا۔ اسی طرح ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کی طویل جدوجہد کے نتیجہ میں ہمیں یہ ملک ملا۔ انگریز اور ہندوؤں کے ساتھ سکھ سمیت ہر طبقہ مسلمانوں کا معاشی، معاشرتی، سیاسی، تعلیمی استحصال کررہا تھا۔ لیکن ہم نے ملک قائم ہوتے ہی تمام وعدے فراموش کردیئے۔ عملاً کچھ نہیں کیا، زبان سے دعوے کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ناشکری کی سزا کے طور پر جنگ مسلط کی اور ملک ٹوٹ گیا۔ مگر ہم نے پھر بھی ہوش کے ناخن نہ لئے۔ اسلامی قوانین کا نفاذ نہیں کیا۔ بلکہ شریعت کا تمسخر اڑایا گیا۔ نتیجہ کے طور پر ہم پر بھی قوم موسیٰ کی طرح خون کا عذاب مسلط کردیا گیا۔

جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا ''ایک وقت آئے گا قاتل قتل کرے گا اور اسے نہیں معلوم ہوگا وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور مقتول قتل ہوگا اسے نہیں معلوم ہوگا وہ کیوں قتل کیا جارہا ہے۔'' یہ کھلی سزا آج ہم پر مسلط ہے۔

مہاجرین پر انعامات: اللہ تعالیٰ نے مہاجروں پر خصوصی انعام رکھا ہے، بالخصوص جو لوگ ہندوستان سے ہجرت کرکے آئے اللہ نے ان کی اس نیکی کے بدلہ مال، زمین سب کچھ دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مرٰغمًا کثیرا وسعة (۸۲)

جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا اللہ اس کیلئے زمین کشادہ کردے گا اور رزق میں بھی کشادگی کردے گا

آج اس ملک کا ہر شخص گواہ ہے جو لوگ ہجرت کرکے آئے وہ باعتبار خوشحال ملک کے تمام طبقوں سے بہتر حالت میں ہیں۔ لیکن اس کے بعد کا دوسرا مرحلہ تھا۔

پاکستان کا شکرانہ:

لئن شکرتم لازیدنکم (۸۳)

اگر تم ان نعمتوں کے ملنے پر خدا کا عملاً شکر کرتے جس طرح صحابہ کرام نے مدینہ کی اسٹیٹ ملنے پر پوری آزادی وگرم جوشی سے شکر کے تقاضوں کو پورا کیا وہ مال کی فراخی اور زمین کی فراخی حاصل کرکے اس میں مست نہیں ہوئے بلکہ اس حاصل کردہ زمین پر اللہ کا قانون نافذ کیا غور فرمایئے۔ جب توریت اور انجیل کے نفاذ پر قرآن نے اتنی بڑی خوشخبری کا وعدہ کیا ہے تو قرآن جو سب سے عظیم کتاب ہے اس کے نفاذ پر کیا کچھ خدا کی نعمتیں ہمیں نہ ملتیں مگر ہم اسوہ حسنہ کو چھوڑ بیٹھے۔ جبکہ صحابہ نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو اللہ نے ان کی حکومت کو بھی ان پر کشادہ کردیا اور وہ جہاں سے نکالے گئے تھے (مکہ) اس پر بھی ان کی حکومت قائم کردی۔ ہمارا

فرض تھا ہم اس اسٹیٹ کو اسلام کے مطابق ڈھالتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ حسب وعدہ ہمارے لئے بھی زمین کو کشادہ کرسکتا تھا۔ ممکن تھا جہاں سے ہمیں نکالا گیا تھا اللہ تعالیٰ دوبارہ اسی لال قلعہ پر ہمارے ہاتھوں اسلام کا جھنڈا لہرادیتا ہے۔ مگر ہم نے جذبہ جہاد کو پلاٹ، پرمٹ، ذاتی، مفاد، لوٹا کریسی کی نذر کردیا۔ قرآن کا اگلا حکم دشمن کے خلاف نظریاتی اور جہادی یلغار کا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خطوط کے ذریعہ اور جہاد کے ذریعہ اس پر عمل کیا اور اسلام قرب و جوار پر چھا گیا۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ جو ملک حاصل کیا تھا اس کا نصف گنوادیا جو باقی ماندہ ہے اسے توڑنے اور ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔

یہ ملک ایک نظریاتی ملک ہے نظریہ زندہ کیا جائے گا ملک زندہ و مستحکم رہے گا ورنہ ملک بھی باقی نہیں رہے گا۔ نظریاتی ملک کو استحکام نظریاتی بنانے میں مضمر ہے۔ اسلام کا نفاذ کرنے میں اور اسوۂ حسنہ کو فروغ دینے میں ہے۔

لہٰذا آخر میں مختصراً سیرت طیبہ کے سابقہ پیش کردہ پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔

پاکستان کا استحکام قومیت کی جگہ نبویؐ اخوت کے نظام کو زندہ کرنے میں مضمر ہے: جس طرح نبی کریم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی قومی عصبیت کو ختم کیا تھا ہم بھی اسے ختم کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مواخات اور تعاون کو فروغ دیں۔ جس طرح صحابہ نے ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا تھا ہم اس جذبہ کو فروغ دیں۔ ملک کے ہر صوبہ اور ہر طبقہ کو اس کا جائز حق دیں۔ قومی شناخت پیدا کریں۔ علاقائی شناخت کی حاصل شدہ آمدنی انہی لوگوں پر خرچ ہونی چاہئے۔ جس علاقہ سے جو زکوٰۃ وغیرہ وصول ہو۔ پہلے اس علاقہ کے غرباء پر خرچ ہو۔ جو ٹیکس جہاں سے وصول ہوتا ہے پہلے اس علاقہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ ہو۔ (۸۴) پھر دوسروں کو دیا جائے، اس طرح موجودہ احساس محرومیاں جنم نہیں لیں گیں۔

اخوت کا فروغ خدمت کے ذریعہ: اخوت کو فروغ دینے کا دوسرا ذریعہ خدمت خلق ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كربة يوم القيامة ومن يسر على معسر الله عليه فى الدنيا والاخرة والله فى عون العبد ماكان العبد فى عون أخيه (٨٥)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی تکلیف میں سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف بھی دور کرے گا۔ جو مشکلات میں گھرے کسی مسلمان کیلئے آسانی پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا کرے گا۔ جب تک انسان اپنے مسلم بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد کرنے والے کی مدد کرتا رہتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

الخلق كلهم عيال الله أحبهم اليه انفعهم لعياله (٨٦)

مخلوق بلا تخصیص مذہب سب کی سب اللہ کا کنبہ ہے۔ اس میں اللہ کو وہ شخص زیادہ پسند ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔

اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہم نے اپنے معاشرہ میں نفسانفسی اور ذاتی مفادات کو پروان چڑھا کر کتنے اہم کام کو چھوڑ رکھا ہے۔ اگر ہم لوگوں کے مسائل حل کریں ان کے مصائب کم کریں تو باہمی اخوت خود بخود فروغ پائے گی۔ اگر ہم ان کے مصائب میں اضافہ کریں گے تو نفرت کو فروغ ہوگا۔

پاکستان کا استحکام اسلامی ثقافت کو فروغ دینے میں مضمر ہے: اسلامی ثقافت کو فروغ نہ دینے کا نتیجہ ہے کہ مغربی ثقافت کی یلغار کا دن بدن ہم پر دباؤ بڑھتا جارہا ہے۔ اسلامی ثقافت میں

تین بنیادی باتیں ہیں۔

(۱) بلند ترین فکری سطح اور معیار جو اسلامی حکومت کے کسی دور میں پیدا ہوا۔

(۲) تاریخی لحاظ سے وہ کامرانی جسے اسلام نے ادب سائنس اور آرٹ کے میدان میں حاصل کیا۔

(۳) مسلمانوں کا طریق زندگی، مذہبی عمل، زبان کا استعمال اور معاشرتی رسوم ورواج کے خصوصی ربط کے ساتھ (۸۷) فروغ دیا جائے جس میں اس کی روح، توحید، رسالت، جواب دہی کا تصور، وحدت نسل انسانی، عظمت انسانی اور تقویٰ سے معمور ہو۔

پاکستان کا استحکام تشدد وفرقہ واریت کی جگہ نبوی رواداری میں مضمر ہے: اسلام اعتدال کا مذہب ہے۔ اس میں انتہاء پسندی سے روکا گیا ہے اور ساتھ ہی ہر طبقہ کو مکمل آزادی بھی دی ہے۔ لیکن یہ آزادی اگر ملک کے لئے زہر قاتل بن جائے تو پہلے قرآنی حکم کے تحت

فان تنازعتم فی شیئی فردوہ إلی اللہ ورسولہ (۸۸)

اگر کسی مسئلہ میں باہم تنازعہ پیدا ہو جائے تو قرآن وسنت کی روشنی میں اسے حل کیا جائے اور قرآن وسنت کی تعلیم یہ ہے کہ بیٹھ کر ظالم ومظلوم کا فیصلہ کیا جائے۔ جو طبقہ زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو سب مل کر اسے سزا دیں یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔

دوسرے یہ کہ اسلام نہ کسی مندر، گرجہ اور کنیسہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دیتا ہے نہ اس کی اجازت دیتا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کی مسجدوں پر قبضہ کریں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کافروں کے خداؤں کو گالیاں نہ دو ورنہ جہالت میں وہ تمہارے خداؤں کو گالیاں دیں گے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پڑوسی ملک نے اپنے ملک کی اقلیتوں کو جو حقوق

دیئے ہیں وہی ہمیں بھی اخلاقاً نہیں دینا چاہئے ورنہ اس ملک کا وہی حشر ہوگا جو بغداد کا ہوا کہ مذہبی عداوت میں علقمی نے ہلاکو کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی۔ جب وہ آ گیا تو اس نے کسی کو بھی نہیں چھوڑا۔(۸۹)

پاکستان کا استحکام حب رسول و جذبہ جہاد کے فروغ میں مضمر ہے: آج ہمارے اندر دین کی محبت، رسول کی محبت نہیں رہی۔ محبت جب جوبن پر آتی ہے تو انسان سے بڑی بڑی قربانیاں انجام دلواتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ حب رسالت کے جذبہ کو فروغ دیا جائے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک شخص شراب خوری کے جرم میں پیش ہوا، صحابہ نے (اس کی بار بار شراب نوشی اور سزا پانے سے تنگ آ کر) کہا خداوندا تو اس پر اپنی لعنت نازل کر۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے۔(۹۰) خدا اور رسول کی محبت ہی تھی کہ وہ گناہ جو بے عملی کی وجہ کر لیتا فوراً اس سے رجوع کرتا اور اپنے کو سزا کے لئے پیش کر دیتا تھا اور جو شخص سزا کے لئے پیش کر سکتا ہے وہ گناہ بھی چھوڑ سکتا ہے اور وقت پڑنے پر مذہب و ملک کے لئے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے۔ اس موقع پر قارئین کے لئے نبی کریم ﷺ کی ایک پیشین گوئی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد کرے گا، ایک وہ جو ہندوستان کے خلاف جہاد کرے گا، دوسرا وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر دجال کے ساتھ جہاد کرے گا۔(۹۱)

اس حدیث کی سند درست ہے۔(۹۲) لہٰذا ہمیں عوام کو ذہنی طور سے تیار کرنا چاہئے۔ لیکن یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ جب ایسے سازگار حالات ''کارگل'' کی صورت ہمارے سامنے آئے اور دشمن چاروں شانے چت ہو چکا تھا ہم نے تاریخ کی سابقہ غلطی کو دہرایا اور ایک مصنوعی سپر پاور کے کہنے پر پسپائی اختیار کر لی۔

ہمارے تمام ڈراموں اور فلموں کا مرکزی مضمون محبت کی ناکامی و کامیابی ہوتا ہے۔ گویا

کہ ہماری زندگی و معاشرت کا سب سے اہم مسئلہ یہی ہے۔ حالانکہ اگر ان کی جگہ تاریخی و تعمیری چیزیں بنائی اور دکھائی جائیں تو جوانوں میں مارنے کے بجائے مرنے کی تڑپ پیدا ہو جائے اور یہی تڑپ ہمیں موجودہ حالات سے نکال سکتی ہے۔

پاکستان کا استحکام و امن نبوی مشاورت کے فروغ میں مضمر ہے: بیوروکریٹ کا ایک طبقہ پوری قوم پر مسلط ہے۔ عوام سے ووٹ تو لیا جاتا ہے۔ لیکن انہیں کسی بھی درجہ میں شریک نہیں کیا جاتا۔ ضرورت ہے کہ ہر شعبہ حیات سے کچھ ارباب حل وعقد کا ان کی خدمات کی بنیاد پر انتخاب کیا جائے اور ان کے مشورہ سے ملک میں تبدیلیاں لائی جائیں۔ یہ مشاورت پنچائتی کمیٹی، احتساب کمیٹی، زکوٰۃ کمیٹی، مشاورت کمیٹی، امن کمیٹی کی شکلوں میں زیادہ سے زیادہ قائم کی جائیں تاکہ زندگی کے تمام شعبوں کے افراد نظام سلطنت میں اپنے کو حصہ دار سمجھیں اور اسی مشاورت کے ذریعہ ہم ملکی مسائل و مصائب کا حل نکال سکتے ہیں اور ملک میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ ارشاد نبویؐ میں اسی طرف اشارہ ہے:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته (۹۳)

معاشرہ کا ہر فرد ذمہ دار شہری اور ہر فرد سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

پاکستان کا استحکام فروغ علم نفاذ عدل اور اسلامی معیشت میں مضمر ہے: ہم نے پاکستان بننے کے بعد اس ملک میں برٹش لاء نافذ کیا۔ اس کا سب سے اذیت ناک حصہ جسے کرمنل لاء آج بھی نافذ ہے، اسی کے ذریعہ ملزم کو مجرم اور مجرم کو جرم سے پہلے تحقیق سے پہلے عدالت کے فیصلہ سے پہلے سزا دی جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ملک میں عادلانہ قوانین نافذ ہوں، عادلانہ معیشت جاری کی جائے۔ آج تک سودی نظام نافذ ہے۔ تعلیم جس کے ذریعہ عوام کا شعور بلند ہوتا ہے اس کے لئے ملک کی صرف ڈھائی فیصد رقم مختص کی جاتی ہے، حالانکہ جب عوام کا شعور بلند نہیں ہوگا تو بھلا اس میں اچھے اور خراب کی تمیز کیسے پیدا ہوگی اور جب یہ تمیز نہیں ہوگی تو وہ ہر

ایک کا آلہ کار بن کر ملک کو تعمیر واستحکام کے بجائے تخریب میں مبتلا کرے گا۔اللہ تعالیٰ سے دعا یہ ہے کہ وہ اس ملک کو قائم ودائم رکھے اور مستحکم بنائے۔آمین

حواشی وحوالہ جات

١۔ سوره احزاب /٣٢

٢۔ اسلام کا نظام حکومت حامد الانصاری غازی ص/٢٢ (ندوة المصنفين دهلی طبع دوم ١٩٥٦ئ)

٣۔ المنجد فی اللغة والاعلام۔نویس معلوف ج/١، ص/٣٦٨ (دارالمشرق بیروت لبنان ٢٦ /واں ایڈیشن ١٣٤٢ھ) اور القاموس الجديد مولانا وحيد الزماں قاسمی ص/٤٥٢ (اداره اسلاميات لاهور طبع اول ١٩٩٠ء)

٤۔ سیرت نگاری۔ عبدالعزیز عرفی ص/٢٣ (گیلانی پبلشرز کراچی ، طبع اول ١٩٩٠ء)

٥۔ ایضاً ص /٢٥

٦۔ سوره الرحمٰن /٢٧

٧۔ تاريخ التمدن الاسلامي- جرجی زيد ان - ج /١، ص/٣٢ (دارالهلال مصر)

٨۔ نقوش سیرت ۔نثار احمد ، ص/١٨٢ (اداره نقش تحریر کراچی مطبوعه ١٩٦٨ء)

٩۔ الحيلة الاجتماعية فى الشعر الجاهلی ، (الدكتور فاطمة عبدالفتاح ۔ ص / ٩ (دارالفكر بيروت لبنان ١٩٩٤ء)

١٠۔ سیرت خاتم النبيين ۔ ڈاکٹر ماجد علی خان۔ ص /٧٢

(پروگریسیو بکس اردو بازار لاهور طبع اول ١٩٩٦ء)
١١۔ سیرت النبیؐ۔ شبلی نعمانی۔ ج/١، ص/١٢٧ (ندوة المصنفین دهلی)
١٢۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ ابوالحسن علی ندوی ص/٧٤ (مجلس نشریات اسلام کراچی)
١٣۔ سیرت خاتم النبیین ص/٧٧
١٤۔ عربی ادب کی تاریخ (زمانه جاهلیت) ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی۔ ج/١، ص/٥٢ (ترقی اردو بیورو نئی دهلی انڈیا طبع دوم ١٩٨٢ء)
١٥۔ سورة التکویر /٨۔٩
١٦۔ سوره النحل /٥٨۔٥٩
١٧۔ صحیح البخاری۔محمد بن اسماعیل البخاری۔کتاب النکاح۔ باب من قال لانکاح إلا بولی۔ ج/٢، ص/٧٦٩ اور سیرت خاتم النبیین ص/٧٦
١٨۔ الرحیق المختوم (اردو) صفی الرحمن مبارکپوری ص/٦١ (المکتبة السلفیة لاهور طبع اول ١٩٨٧ء)
١٩۔ بلوغ الارب محمود شکری آلوسی مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ ج/٣، ص/٢٦٠ (مرکزی اردو بورڈ ٣٦، جی گلبرگ لاهور ١٩٦٧ء)
٢٠۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سنن ابی دائود کتاب الطلاق باب فی من اسلم وعنده نساء اکثر من اربع ج/٢، ص/٣٦٥ اور سنن

ترمذی کتاب النکاح باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشرة نسوة ج/۳، ص/٤٣٥ اور صحیح البخاری ج/۲، ص/۹۹۹ وغیره

۲۱۔ سه ماهی منهاج لاهور حصه سوم جنوری ۱۹۸۵ء، ص/۱۰۳

۲۲۔ بلوغ الارب ج/۳، ص/۲٦۰

۲۳۔ خطبات بهاولپور۔ ڈاکٹر محمد حمید الله۔ ص/۱۱۹ (اسلامیه یونیورسٹی بهاولپور)

۲٤۔ سیرت ابن هشام۔ ج/۱، ص/۱۷۰

۲۵۔ ارشادربانی هے: ان الحکم الا لله۔

۲٦۔ انی جاعل فی الارض خلیفه میں اسی خلافت کی طرف اشاره هے۔

۲۷۔ اسلام کا نظام حکومت۔ ص/۹٦ تا ۹۸

۲۸۔ قرآن سے آیت نازل هوئی واولوالارحام بعضهم اولیٰ ببعض ۳۳/٦ یعنی نسبی قرابتدار باهم وارث هوں گے که نزول کے بعد مواخات سے وراثت کی شق ختم هوگئی

۲۹۔ الرحیق المختوم ص/۲۹۱

۳۰۔ فقه السیرة۔ محمد الغزالی ص/۱٤۰ (دارالکتاب العربی سنه۱۳۷۰ھ)

۳۱۔ صحیح البخاری ج/۱، ص/۵۵۳ باب إخاء النبی بین المهاجرین والانصار،

۳۲۔ ملاحظه کیجئے قرآن آیات سوره الانفال /۷۲، سوره الحجرات /۱۰ اور احادیث کے لئے ملاحظه کیجئے بخاری

کتاب الاخلاق وغیرہ

۳۳۔ دیکھئے سورہ احزاب /۳۳، سورہ آل عمران /۱۵۴، سورہ المائدہ /۵۰ وغیرہ

۳۴۔ سیرت ابن هشام ج /۱، ص ۵۰۳

۳۵۔ تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری ج /۳، ص ۷۹ اور الرحیق المختوم ص /۵۳۵ تا ۵۴۸

۳۶۔ الرحیق المختوم ص /۵۴۴۔ دشمنوں سے رواداری کی مثال حضرت صفیہؓ سے نکاح بھی ہے ص /۵۹۷، مزید دیکھیں ص /۵۹۸

۳۷۔ اسلام کا نظام حکومت۔ ص /۳۶۶ تا ۳۶۸

۳۸۔ سورہ لقمان /۱۵ مزید دیکھئے الاسراء /۱۷، الانفال /۷۲

۳۹۔ صحیح البخاری کتاب الھبة اور صحیح مسلم کتاب الزکوٰة

۴۰۔ نیل الاوطار بحوالہ مسند احمد (بحوالہ ماھنامہ ترجمان القرآن جنوری ۱۹۹۵، ص /۴۲)

۴۱۔ سنن ابودائود کتاب الجنائز

۴۲۔ مسند احمد ج /۳، ص ۱۵۲

۴۳۔ صحیح البخاری کتاب الجنائز

۴۴۔ الرحیق المختوم، ص /۶۴۵

۴۵۔ سورہ الحج / ۳۹

۴۶۔ صحیح مسلم باب فضل سعد بن أبی وقاص۔ ج /۲، ص /۲۸۰ اور صحیح البخاری باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله ج /۱، ص /۴۰۴

٤٧۔ زاد المعارد ج/٢، ص٧١ حافظ ابن قیم (مطبوعہ مصر ١٣٤٧ھ) اور سیرت ابن ہشام ج/٢، ص /٤٧ ، جاسوسی پر دیکھیں ۔الرحیق المختوم اور اسلام کا نظام حکومت کا، ص/ ٣٨١

٤٨۔ مفردات امام راغب اصفہانی مادہ جھد کے ذیل

٤٩۔ اسلام کا نظام حکومت ص/٣٧٤

٥٠۔ اسلام کا نظام حکومت ص/٣٧٨ مزید جہاد پر تفصیلات ٣٨٥ تك دیکھیں۔

٥١۔ خطبات بھاولپور۔ ڈاکٹر حمید اللہ ص/١٧٩

٥٢۔ اسلام کا نظام حکومت ص/٣٠٠، بحوالہ مفردات امام راغب ج/٢، ص ٢٤٥

٥٣۔ تفسیر مظھری۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (آل عمران /٣ کے ذیل میں) ج/٢، ص/١٦٢

٥٤۔ اسلام کا نظام حکومت ص/٣٠١، بحوالہ فتح الباری ج/١٣، ص ٢٨٦

٥٥۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب بدء الاذن ج/٢، ص ٦١

٥٦۔ تاریخ طبری ج/٢، ص /٢٧٣ اور تاریخ ابن اثیر ج/٢، ص/٤٥

٥٧۔ تاریخ ابن کثیر ج/٣، ص ٢٩٦

٥٨۔ تاریخ طبری ج/٣، ص/١١ اور تاریخ ابن کثیر ج/٤، ص/١٢

٥٩۔ تاریخ ابن اثیر ج /٤، ص /١٤٢ اور تاریخ طبری ج /٣، ص /٦٨

٦٠۔ تاریخ ابن کثیر ج /٤، ص /٣٥٤

٦١۔ تاریخ ابن کثیر ج /٥، ص /٩٩.

٦٢۔ صحیح بخاری ج /٢، ص ٨٧٢

٦٣۔ اسلام کا نظام حکومت ص /٣٣٩، بحواله نظام العالم والامم للجوهری ج /٢، ص /٢٢٤

٦٤۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ڈاکٹر حمید الله ص /١٠٨ (بادیس سالم کمپنی دیوبند ١٩٦٣ء)

٦٥۔ زادالمعاد ج /٣، ص /٦١

٦٦۔ الرحیق المختوم ص /٥٦١

٦٧۔ صحیح البخاری ج /١، ص /٤

٦٨۔ زادالمعاد ج /٣، ص /٦١

٦٩۔ زادالمعاد ج /٣، ص /٦٣

٧٠۔ سوره النصر /١

٧١۔ صحیح مسلم باب حجته النبی ج /١، ص /٣٩٧

٧٢۔ اسلام کا نظام حکومت ص /٤٠٣، ٤٠٤

٧٣۔ الرحیق المختوم ص /٢٧٤

٧٤۔ خطبات بهاولپور ص /١٨٥۔ ١٨٦

٧٥۔ خطبات بهاولپور ص /١٨١۔ ١

٧٦۔ سوره الاعراف /١٢٨

٧٧۔ سوره الاعراف /١٢٩

۷۸۔ سورہ المائدہ/۶۶

۷۹۔ سورہ الاعراف/۱۳۱

۸۰۔ سورہ الاعراف/۱۳۳

۸۱۔ سورہ الاعراف/۱۳۴۔۱۳۵

۸۲۔ سورہ النساء/۱۰۰

۸۳۔ سورہ ابراھیم/۷

۸۴۔ ماھنامہ ترجمان القرآن لاھور۔ مارچ ۱۹۹۶ء ص/۷۴

۸۵۔ صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن

۸۶۔ مشکوٰۃ باب الشفعہ والرحمۃ علی الخلق

۸۷۔ اسلام کا معاشرتی نظام خالد علوی ص/۳۶۴

۸۸۔ سورہ النساء/۵۹

۸۹۔ مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان عبدالوحید خان ص/۳۹۴

۹۰۔ عالم اسلام اور عیسائیت جولائی ۱۹۹۷ء ص/۱۰

۹۱۔ سنن نسائی باب غزوہ الھند

۹۲۔ تفصیل دیکھئے ماھنامہ الدعوہ لاھور جولائی ۱۹۹۶ء ص/۲۴

۹۳۔ صحیح البخاری ج/۵، ص/۸۴ صحیح مسلم ج/۳، ص/۱۴۵۹

☆☆☆☆

تحقیقی مقالات کی ترتیب، تدوین وتیاری کے اصول

(ایم اے، پی ایچ ڈی اور تخصص کے مقالہ ومضامین لکھنے والے
ریسرچ اسکالرز کے لئے جامع ومانع رہنما کتاب)

ترجمہ

كيف تكتب بحثا أو رسالة دراسة منهجية

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر احمد شلبی الازہری
(استاذ جامعۃ الازہر، جامعہ قاہرہ، کیمرج یونیورسٹی برطانیہ)

مترجمین

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج
سپروائزر ایم فل/ پی ایچ ڈی ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان
وفاقی اردو یونیورسٹی۔ کراچی یونیورسٹی۔ ہمدرد یونیورسٹی
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن
سابق پروفیسر بہاول پور یونیورسٹی

مطبوعہ مئی ۲۰۰۸ء